مفتی صاحب کے بیرونی اسفار

مفکرِ ملت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی" نمبر ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا تھا اس کے بقایا مضمون ترتیب دے کر شائع کئے جا رہے ہیں۔

جس طرح ہندوستان کی وسعتوں میں علمی، سیاسی اور سماجی حلقوں نے مفتی صاحب کی جوہری شخصیت اور اُن محاسن و فضائل کو سر آنکھوں پر رکھا، اور ان کی فکری بصیرتوں سے مدتوں استفادہ کیا، اسی طرح عالمی سطح پر بھی ان کی قدر و منزلت کا برملا اعتراف کیا گیا۔ اور ان کی ممتاز صلاحیتوں کو خراج تحسین و تصدیق پیش کیا گیا۔

اس طرح مفتی صاحبؒ کے بیرونی اسفار اور عالمی اجتماعات میں ان کی شرکت و سیاحت کی داستان بھی کافی طویل ہے۔ جو بجۃِ ضرورت اختصار کے ساتھ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ہجوم مشاغل اور کاموں کے تسلسل نے مفتی صاحبؒ کو کبھی اس کا موقعہ نہ دیا کہ وہ اپنے ان تمام یادگار سفروں کی رُوداد خود لکھتے یا قلمبند کرا دیتے جو اہلِ علم اور دینی و اجتماعی دلچسپی رکھنے والے عوام و خواص کے لئے "بہارستان فکر و نظر" ثابت ہوتی۔ اور جس کا ایک واضح نمونہ صرف ان دو سفرناموں میں نظر آتا ہے جو روس اور عراق کے سفر میں لکھے ہوئے مفتی صاحبؒ ہی کے خطوط سے مرتب کر کے ہم ان صفحات کے بعد شامل اشاعت کر رہے ہیں۔

یوں تو مناسک حج و عمرہ کی ادائیگی اور حرمین مقدس کی زیارت کے لئے مفتی صاحب اپنی نوعمری ہی میں سعودی عرب تشریف لے گئے تھے۔ یہ تقسیم ہند سے پہلے کی بات ہے اور اُن کا یہ پہلا سفر خالص ذاتی نوعیت کا تھا۔

اِدھر تقسیم ہند کے بعد برصغیر ہند و پاک پر کشت و خون اور تبادلہ آبادی کا جو طوفان گزرا، اس کے بعد صورت حال بہت سنگین ہو گئی تھی۔ ان نو آزاد و نوزائیدہ مملکتوں کی باہم کشمکش بھی شباب پر تھی اور بیرونی دنیا میں اُس کا ردِعمل بھی بہت کچھ بے سر و پا۔ خاص طور پر مسلم ممالک میں یہ خیال عام تھا کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں مسلمان نام کا نہ کوئی

فروہاقی رہا ہے، نہ اسلامی آثار و مساجد کا کوئی نام و نشان۔ یہ بھیانک غلط فہمی ہندوستان کی عزت و ناموس کے لئے بھی، اور خود کروڑوں فرزندانِ توحید کے حق میں بھی جو اپنے خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے، حالات کی انتہائی بے رحمی کے باوجود، اپنے وطن ہندوستان اور اس میں پھیلے ہوئے اسلامی مآثر و شعائر سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تھے، ناقابل برداشت تھی۔ چنانچہ ملک و وطن کے صاف دماغ رہنماؤں نے سنجیدگی سے اس پر غور کیا اور اس کے تدارک کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ مسلمانانِ ہند کے سرکردہ و منتخب اکابر پر مشتمل ایک وفد سب سے پہلے قلب عالم اسلامی۔ سعودی عرب۔ کا دورہ کرے، اور وہاں کے عوام و خواص کو واقعی صورت حال سے باخبر کر کے اس پھیلائے ہوئے مغالطہ کا ازالہ کر سکے۔

اس وقت کے وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزادؒ، مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ اس فکر کے محرک اور داعی تھے۔ اور اُن ہی کے فیصلہ کے مطابق مسلمانانِ ہند کا ایک مؤقر وفد ۱۹۴۹ء میں سعودی عرب روانہ کیا گیا۔ اس وفد میں مفتی عتیق الرحمٰن صاحب۔ مولانا عبدالحق مدنی۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔ قاضی محمد احمد کاظمی ایڈوکیٹ۔ مولانا زین العابدین میرٹھی۔ مولانا وحید الزماں کیرانوی وغیرہ شریک تھے۔ حجاز مقدس میں ان حضرات نے کافی وقت گذارا۔ اور عالم اسلام کے سرکردہ حضرات سے ملاقاتیں کر کے اُن کو اصل حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ بحمد اللہ اس کوشش کے بہت مفید نتائج سامنے آئے۔ اور عالم اسلام میں ہندوستان اور مسلمانان ہند کے متعلق پھیلائی ہوئی گمراہ کن اور بے بنیاد کہانیوں کا بڑی حد تک ازالہ ہو سکا۔

وسط ایشیا اور رُوس کا سفر

اگست ستمبر ۱۹۶۳ء میں سوویت یونین کے تسلیم شدہ ادارۂ دینیات وسط ایشیا و تاجکستان کی پُر اصرار دعوت پر مفتی صاحب نے تاشقند۔ سمرقند۔ بخارا۔ دوشنبہ۔ ماسکو اور لینن گراڈ کا طویل سفر کیا۔ اور روس کی بدلتی ہوئی سیاست کے دور میں سب سے پہلی بار ان

علاقوں کی بچی کھچی مسلم آبادیوں، اُن کے مآثر اور دینی جذبات و احساسات سے ربط قائم کیا۔

اس سفر کی یادداشت بڑی دلچسپ ہے۔ جو خود مفتی صاحب ہی کے قلم سے جستہ جستہ بُرہان میں شائع ہوئی تھی۔ اور جس کو مرتب شکل میں آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۹۷۴ء میں جبکہ بڑے اہتمام کے ساتھ امام المحدثین حضرت امام بخاری رح کا بارہ سو (۱۲۰۰) سالہ جشن منایا گیا۔ اور بڑے پیمانے پر اس یادگاری تقریب کے انتظامات عمل میں لائے گئے۔ اس موقعہ پر بھی ہندوستان کی نمائندگی کے لئے مفتی صاحب رح اور دہلی کے امام الجامع سید عبداللہ بخاری صاحب کو بلایا گیا تھا۔ ان حضرات نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس مبارک تقریب میں شرکت کی۔ اور ہندوستان کی نمائندگی کا حق ادا کیا۔ اس طرح وسط ایشیا میں مفتی صاحب کا یہ دوسرا دورہ تھا۔

۱۹۶۵ء ہی میں انڈونیشیا کی راجدھانی جاکرتا و بینڈونگ میں افریقن، ایشین ممالکِ اسلامیہ کی ایک کانفرنس بُلائی گئی تھی۔ اس میں شرکت کے لئے ہندوستان سے ایک وفد مفتی صاحب کی سربراہی میں گیا۔ اس کانفرنس کا صدر سوکارنو نے افتتاح کیا تھا اور مفتی صاحب کو بھی اس میں خطاب کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ کانفرنس سے فارغ ہو کر ملیشیا کے بعض شہروں کی بھی اس وفد نے سیر کی تھی۔

فروری ۱۹۷۵ء میں عراق کے دارالخلافہ بغداد میں "مؤتمر علماء المسلمین" کا عالمی اجتماع ہوا تھا۔ مفتی صاحب نے نہ صرف اس مؤتمر میں شرکت فرمائی، بلکہ اسی سفر میں عراق کے اہم تاریخی مقامات اور اسلامی یادگاروں کی زیارت بھی کی۔

اس سفر کی یادداشت خود مفتی صاحبؒ نے برہان کے لئے تحریر کی تھی۔ جو آئندہ صفحات میں نقل کی جارہی ہے۔

پھر اسی سال ستمبر میں رابطۂ عالم اسلامی نے مکہ مکرمہ میں "موتمر رسالۃ المسجد" کے نام سے علمار اسلام کا ایک اجتماع بلایا تھا۔ جس کا خاص موضوع اسلامی زندگی میں مسجد کی اہمیت اور اس کے موقف و مقاصد کی وضاحت تھی۔ مفتی صاحب نے اس مؤتمر میں بھی شرکت فرمائی۔ اور ساتھ ہی مناسک عمرہ کی ادائیگی سے بھی مشرف ہوئے

اہم علمی اور دینی اجتماعات کے متعدد مواقع پر مفتی صاحب پاکستان بھی کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی وفات پر اکتوبر ۱۹۸۱ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے تاریخی ہال میں عالم اسلام کے نامور فضلار کا ایک عظیم تعزیتی اجتماع منعقد ہوا تھا جس میں مولانا مودودی کی عظیم علمی و فکری کاوشوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا تھا۔ اس اجتماع میں مفتی صاحب کی مختصر لیکن بہت پُرمغز اور بے لاگ تقریر کو بہت پسند کیا گیا تھا۔

" نفاذِ شریعت " کے عنوان پر ایک عظیم الشان کانفرنس پاکستان میں منعقد ہوئی جس میں اطراف واکناف عالم سے نامور فضلار کو دعوت دی گئی تھی۔ اس کانفرنس میں بھی مفتی صاحبؒ نے شرکت فرمائی۔ اور 'علم اور اسلام' کے موضوع پر اپنا مبسوط اور بصیرت افروز مقالہ پڑھا۔ (یہ مقالہ بھی اس شمارہ میں نقل کیا جارہا ہے)

امریکہ سے ایک بُلاوا

نیویارک سے فیڈریشن آف اسلامک ایسوسی ایشنز آف یو۔ایس۔اے اینڈ کناڈا (الاتحاد العام للجمعیات الاسلامیہ فی الولایات المتحدہ وکناڈا) نے اپنے ستائیسویں سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے (جو جولائی ۱۹۷۸ء میں چارلسٹن میں ہونے والا تھا)

باصرار و اہتمام مفتی صاحب کو دعوت دی تھی۔ لیکن اپنی صحت اور بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے مفتی صاحب یہ سفر نہ کرسکے تھے۔ اور فیڈریشن مذکور کو اپنا پیغام بھیجنے پر اکتفار کیا تھا۔

ایک ہفتہ ری یونین میں

بحرِ ہند کے جنوب کا ایک سرسبز و شاداب جزیرہ "ری یونین" کہلاتا ہے جو فرانس کی نو آبادیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی آبادی اور تجارتی ترقی میں گجرات کے بہت سے خاندانوں کی جفاکشی اور مہم جوئی کو بڑا دخل ہے۔ اگرچہ علاقہ کی پوری زندگی مغربیت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ تاہم گجرات کے جو مسلمان گھرانے آباد ہیں۔ بحمداللہ انھیں اپنی دینی زندگی اور شعائر اسلامیہ سے آج بھی پوری وابستگی ہے۔ جزیرہ میں جابجا خوشنما مسجدیں بھی ان لوگوں نے بنائی ہیں اور دینی ارشاد و رہنمائی کے لئے اکثر ہندوستان سے اپنے علمار اور بزرگوں کو بُلاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ کئی سال سے اُن کی یہ کوشش تھی کہ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ایک بار ری یونین تشریف لائیں۔ اور ان کے بصیرت افروز خطبات و خطابات سے جزیرہ میں بسنے والے مسلمانوں کو فیض حاصل ہو۔ سیٹھ ابراہیم بُلبلیہ۔ احمد انگار اور دوسرے مخلصین کی یہ کوششیں بارآور ہوئیں۔ اور ۱۹۷۰ء میں مفتی صاحب ری یونین تشریف لے گئے۔ جہاں ایک ہفتہ سے کچھ زیادہ قیام رہا۔ مختلف مقامات کی سیر بھی کی۔ اور بیشتر وقت دینی مواعظ اور مسائل حاضرہ پر اسلام کی انسانیت نواز رہنمائی کی وضاحت و تلقین میں گذرا۔ جگہ جگہ فرمائشی پروگرام ہوئے تقریریں ہوئیں۔ سوال و جواب ہوئے اور دین سے وابستہ ذہنوں کو اپنی پیاس بجھانے کا موقعہ ملا۔

مشرقِ وسطیٰ کا ایک یادگار سفر

اپریل ۱۹۶۲ء میں رابطہ عالم اسلامی کا ایک غیر معمولی اجلاس مرحوم و مغفور ملک فیصل کے ایماء پر بلایا گیا تھا جس کا اہم مقصد پوری دنیا میں اُمّت مسلمہ کے مسائل و حالات پر دینی اُخوت کے تقاضوں کو بروئے کار لانا تھا۔ یہ معرکۃ الآرا اجلاس وسط ذی الحجہ میں خاص مکہ مکرمہ میں رکھا گیا تھا۔ کہ مختلف ممالک سے آنے والے وفود مناسکِ حج و زیارت سے بھی مشرف ہو سکیں۔ اجلاس کا افتتاح بھی مرحوم ملک فیصل نے خود اپنی ایک مہتم بالشان تقریر سے کیا تھا۔ رابطہ کے سکریٹریٹ نے مفتی صاحبؒ کو براہِ راست اس اجلاس کی دعوت بھیجی تھی اور ساتھ ہی حکومت ہند سے بھی یہ چاہا تھا کہ مسلمانانِ ہند کی نمائندگی کے لئے اس اجلاس میں ایک منتخب وفد بھیجا جائے۔ چنانچہ وزارت خارجہ حکومت ہند نے غور و فکر کے بعد اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنا وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا جس کے ارکان مفتی صاحب، الحاج یونس سلیم صاحب، کلکتہ مدرسہ کے پرنسپل عبدالعلی برکتی صاحب اور ملک کے نامور وکیل اور اُس وقت دہلی کے میئر بیرسٹر نورالدین صاحب تھے۔ اور راقم السطور (انیس الحسن) وفد کا عربی ترجمان تھا۔ بیرسٹر صاحب وفد کے لیڈر بنائے گئے تھے۔ راقم السطور کو چونکہ بذات خود شروع سے آخر تک اس سفر میں اور اس کے تمام پروگراموں میں ساتھ رہنے کا موقعہ ملا تھا۔ اس لئے ذہن میں اس کی یادیں کچھ محفوظ رہ گئی ہیں۔ اور یوں بھی یہ سفر اپنے کوائف و لطائف کے لحاظ سے اس لائق تھا کہ اس کی رُوداد قدرے تفصیل سے بیان کی جائے۔

*

بیرسٹر صاحب۔ برکتی صاحب اور یونس سلیم صاحب کے لئے سفر حجاز کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ اس لئے انھوں نے بھی مفتی صاحب کی رفاقت و رہنمائی کو اس مبارک سفر

باصرار واہتمام مفتی صاحب کو دعوت دی تھی۔ لیکن اپنی صحت اور بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے مفتی صاحب یہ سفر نہ کر سکے تھے۔ اور فیڈریشن مذکور کو اپنا پیغام بھیجنے پر اکتفار کیا تھا۔

ایک ہفتہ ری یونین میں

بحرِ ہند کے جنوب کا ایک سرسبز و شاداب جزیرہ "ری یونین" کہلاتا ہے جو فرانس کی نو آبادیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی آبادی اور تجارتی ترقی میں گجرات کے بہت سے خاندانوں کی جفاکشی اور مہم جوئی کو بڑا دخل ہے۔ اگرچہ علاقہ کی پوری زندگی مغربیت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ تاہم گجرات کے جو مسلمان گھرانے آباد ہیں۔ بحمداللہ انھیں اپنی دینی زندگی اور شعائر اسلامیہ سے آج بھی پوری وابستگی ہے۔ جزیرہ میں جا بجا خوشنما مسجدیں بھی ان لوگوں نے بنائی ہیں اور دینی ارشاد و رہنمائی کے لئے اکثر ہندوستان سے اپنے علمار اور بزرگوں کو بُلاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ کئی سال سے اُن کی [illegible] کہ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ایک بار ری یونین تشریف لائیں۔ اور ان کے [illegible] خطبات و خطابات سے جزیرہ میں بسنے والے مسلمانوں کو فیض [illegible] بُلبلیہ۔ احمد انگار اور دوسرے مخلصین کی یہ کوششیں بار آور ہوئیں [illegible] مفتی صاحب ری یونین تشریف لے گئے۔ جہاں ایک ہفتہ سے [illegible] مختلف مقامات کی سیر بھی کی۔ اور بیشتر وقت دینی مواعظ اور [illegible] کی انسانیت نواز رہنمائی کی وضاحت و تلقین میں گذرا [illegible] تقریریں ہوئیں۔ سوال وجواب ہوئے اور دین سے وابستہ [illegible] بجھانے کا موقعہ ملا۔

مشرقِ وسطیٰ کا ایک یادگار سفر

اپریل ۱۹۶۵ء میں رابطہ عالم اسلامی کا ایک غیر معمولی اجلاس مرحوم و مغفور ملک فیصل کے ایمار پر بلایا گیا تھا جس کا اہم مقصد پوری دنیا میں اُمت مسلمہ کے مسائل و حالات پر دینی اُخوت کے تقاضوں کو بروئے کار لانا تھا۔ یہ معرکۃ الآرا اجلاس وسط ذی الحجہ میں خاص مکہ مکرمہ میں رکھا گیا تھا۔ کہ مختلف ممالک سے آنے والے وفود مناسکِ حج و زیارت سے بھی مشرف ہوسکیں۔ اجلاس کا افتتاح بھی مرحوم ملک فیصل نے خود اپنی ایک مہتم بالشان تقریر سے کیا تھا۔ رابطہ کے سکریٹریٹ نے مفتی صاحب کو براہِ راست اس اجلاس کی دعوت بھیجی تھی اور ساتھ ہی حکومت ہند سے بھی یہ چاہا تھا کہ مسلمانانِ ہند کی نمائندگی کے لئے اس اجلاس میں ایک منتخب وفد بھیجا جائے۔ چنانچہ وزارت خارجہ حکومت ہند نے غور و فکر کے بعد اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنا وفد بھیجنے کا فیصلہ ... کے ارکان مفتی صاحب، الحاج یونس سلیم صاحب، کلکتہ مدرسہ کے پرنسپل ... صاحب اور ملک کے نامور وکیل اور اُس وقت دہلی کے میئر بیرسٹر نور الدین ... اور راقم السطور (انیس الحسن) وفد کا عربی ترجمان تھا۔ بیرسٹر صاحب ... گئے تھے۔ راقم السطور کو چونکہ بذاتِ خود شروع سے آخر تک اس سفر ... گراموں میں ساتھ رہنے کا موقعہ ملا تھا۔ اس لئے ذہن میں ... محفوظ رہ گئی ہیں ... یوں بھی یہ سفر اپنے ... و لطائف کے ... کہ اس کی رُوداد ... تفصیل سے بیان کی جائے۔

* * *

... صاحب ... برکتی صاحب اور یونس سلیم صاحب کے لئے سفر حجاز کا یہ پہلا ... تھا اس لئے انھوں نے بھی مفتی صاحب کی رفاقت و رہنمائی کو اس مبارک سفر

میں باعث خیر وسعادت سمجھا۔ روانگی سے ایک روز قبل وزارت خارجہ میں رسمی بریفنگ ہوئی اور ۶ اپریل کو ہم لوگ دہلی سے اڑ کر بمبئی پہونچے۔ اور وہاں کچھ دیر ٹھہر کر ایر انڈیا کی فلائٹ سے عدن روانہ ہو گئے۔

عدن پہونچے تو ایر پورٹ پر انڈین کمشنر اپنے اسٹاف کے ساتھ وفد کے خیر مقدم کے لئے موجود تھے۔ مگر وہاں اُترنے پر جب یہ معلوم ہوا کہ بیرسٹر صاحب کا سوٹ کیس جس میں ان کے کپڑے بھی تھے اور ضروریاتِ سفر بھی، غلطی سے اس جہاز پر لادا ہی نہیں گیا، بلکہ کسی اور فلائٹ پر لوڈ ہو گیا۔ (جو تقریباً دو ماہ کے بعد بیرسٹر صاحب کو دہلی میں واپس دستیاب ہوا) تو بڑی تشویش ہوئی کہ ابھی غیر ملکی سفر میں ایک مہینہ گذارنا ہے اور بیرسٹر صاحب کا پورا سامان گم ہو گیا۔ صرف ایک شولڈر بیگ جس میں ان کی حمائل شریف تھی اور پاسپورٹ اور چشمہ، ان کے ہاتھ میں رہ گیا۔ ایر انڈیا کا عملہ بھی اس فروگذاشت پر بہت ہراساں تھا۔ اس کی طرف سے بھی، اور انڈین کمیشن کی طرف سے بھی باصرار پیشکش ہوئی، کہ بیرسٹر صاحب جس طرح چاہیں اور جتنی چاہیں رقم لے کر اپنی ضروریات خریدلیں، لیکن بیرسٹر صاحب نے کوئی پیشکش قبول نہ کی۔ اور اللہ کے بھروسہ پر سفر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ـــــ اس روز عدن میں کئی گھنٹے گذارے۔ شہر کی بھی سیر کی، اور پھر دوسری فلائٹ سے جدّہ روانہ ہو گئے۔ جہاں رابطہ کی جانب سے وفد کی پذیرائی اور ٹھہرنے کے اعلیٰ درجہ کے انتظامات تھے۔ رات آرام سے جدّہ میں گذاری۔ مگر سب ہی ارکانِ وفد کو اشتیاق تھا کہ جلد سے جلد مکہ مکرمہ پہونچکر زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوں۔ چنانچہ اپنے میزبانوں سے اصرار کر کے صبح ہی ہم سب کاروں کے ذریعہ بلد امین پہونچ گئے۔ اور عمرہ وزیارت بیت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔

دوسرے ممالک کے وفود بھی آچکے تھے۔ ہمارا قیام مکہ کے شبرا ہوٹل میں رہا، اور حج کے بعد فندق الحرمین میں منتقل ہو گئے۔ جہاں پہلے سے خالد کشمیر شیخ محمد عبداللہ

اور مرزا افضل بیگ بھی فروکش تھے۔

مناسکِ حج سے فراغت کے بعد بیرسٹر صاحب کے لئے یہ بڑا مسئلہ تھا کہ اپنے سائز کے کپڑے کیوں کر فراہم کریں۔ اس کو غیبی مدد ہی کہا جائے گا کہ دہلی کے ایک تاجر حاجی محمد موسیٰ رانی کھیت والے مل گئے۔ وہ حج کے لئے آئے ہوئے تھے اور بیرسٹر صاحب کے قدر دانوں میں سے تھے۔ انھوں نے جب سوٹ کیس کے گم ہو جانے کا ماجرا سُنا، تو اپنے کئی جوڑ کپڑے پیش کر دیئے جو بیرسٹر صاحب کے قد وقامت پر صحیح آ گئے۔ ان دنوں انڈین سفارت خانہ میں میرے رفیق شفیق مولانا خالد سیف اللہ کلچرل اٹیچی تھے ، اور شہاب الدین صاحب آئی ایف ایس فرسٹ سکریٹری۔ یہ دونوں پہلے ہی سے مفتی صاحب کے مخلص نیازمندوں میں سے تھے۔ اور قدرتی طور پر ہمارے وفد کے ساتھ انھیں غیر معمولی دلچسپی رہی۔ مولانا سیف اللہ تو اپنا کافی وقت ہم لوگوں کے ساتھ گذارتے تھے۔ اتفاق سے ان کی شیروانی بیرسٹر صاحب کے فِٹ آ گئی اور اس طرح احرام کھولنے کے بعد بیرسٹر صاحب کے لئے کپڑوں کا کوئی مسئلہ باقی نہ رہا۔

درمیان میں یہ بھی لکھتا چلوں کہ زعیم کشمیر شیخ محمد عبداللہ اور ان کے دست راست مرزا افضل بیگ ان دنوں متعدد غیر ممالک کا سفر کرتے ہوئے حجاز مقدس پہونچے تھے۔ رابطہ کی طرف سے اُن کو اجلاس کی باقاعدہ دعوت دی گئی تھی۔ سیاست کی دنیا میں موسم جلدی جلدی بدلتے رہتے ہیں۔ شیخ صاحب سے اُن دنوں حکومتِ ہند کے روابط بڑی حد تک روٹھے ہوئے تھے اور خاص طور پر بیرونی دنیا میں جگہ جگہ ان کے بیانات اور کشمیر کے متعلق اپنے موقف کی وضاحت نے کشیدہ روابط کو تلخ تر بنا دیا تھا۔ چنانچہ نئی دہلی میں یہ طے کر لیا گیا تھا کہ شیخ صاحب کا انڈین پاسپورٹ امپاؤنڈ کر دیا جائے۔ اور ہندوستانی سفیر کے ذریعہ اس فیصلہ کی اطلاع بھی شیخ صاحب کو مکہ مکرمہ میں دیدی

گئی تھی۔ انڈیا مخالف لابی اس صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ اس نے شیخ صاحب پر گھیرا ڈال رکھا تھا۔ اور پوری کوشش تھی کہ شیخ صاحب کو انڈیا اور کشمیر سے اُچک لیا جائے۔ جوں ہی وہ انڈین پاسپورٹ سرنڈر کریں، دوسری کوئی نیشنلٹی اُن کو پیش کرکے انڈین فورن پالیسی کو کھلی شکست دیدی جائے۔ اس وقت جو صورت حال تھی۔ اس میں کچھ بعید نہ تھا کہ شیخ صاحب کو اُچکنے کی کوشش کامیاب ہو جاتی، مگر بھلے ہی کو اس وقت مفتی صاحب اور بیرسٹر صاحب بھی وہاں موجود تھے ان دونوں حضرات سے شیخ صاحب اور مرزا افضل بیگ کی گفتگو اور مذاکرات کئی دن تک چلتے رہے اور شب و روز ملکی مسائل و مشکلات پر باتیں ہوتی رہیں، اور کھلے دل سے معاملات کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔ اور بالآخر مفتی صاحب اور بیرسٹر صاحب کے نقطۂ نظر اور مخلصانہ مشوروں سے متاثر ہو کر شیخ صاحب نے پوری پختگی کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ وہ سعودی عرب سے ہندوستان ضرور واپس جائیں گے اور حکومت ہند کچھ بھی رویہ اپنائے وہ اپنی قومیت کو تبدیل نہیں کریں گے۔ چنانچہ رابطہ کے اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد موصوف مئی کے وسط میں دہلی واپس آئے۔ اور جیسا کہ نظر آرہا تھا دہلی ایرپورٹ پر اُترتے ہی بڑے وسیع انتظامات کے ساتھ ان کو گرفتار کرکے کوڈے کینال لے جایا گیا۔ اور نظربند کر دیا گیا۔ مفتی صاحب نے اور بیرسٹر صاحب نے جس خیر خواہی وطن کے جذبہ سے شیخ صاحب کا ذہن بنانے کے لئے کامیاب محنت کی تھی۔ اس کے بعد حکومت ہند کا یہ سخت اور تنگدلانہ اقدام ہندوستان کے ان مخلص خیر اندیشوں کے لئے قدرتی طور پر تکلیف و ملال کا باعث ہوا۔ مگر ان مردانِ باوفا کے صبر و ثبات کو ہراساں نہ کر سکا۔ اور حکومت ہند کو بھی جلد یا بدیر اپنی غلط اندیشی کی تلافی کرنی پڑی۔ اور شیخ موصوف سے ہاتھ ملا کر ایک بار پھر کشمیر کی وزارت عظمیٰ انھیں کو سونپنی پڑی۔

———— ⁂ ————

بیت اللہ میں داخلہ کی اجازت

۱۴ ذی الحجہ سے رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس شروع ہوئے۔ مندوبین مناسک حج سے فارغ ہو چکے تھے مگر یہ آرزو سب کے دلوں میں بیتاب تھی کہ ایک بار بیت اللہ کے اندر داخلہ کی سعادت سے مشرف ہوں۔ مرحوم ملک فیصل سے مندوبین نے جب اس دلی تمنا کا اظہار کیا تو شہید مرحوم نے بڑی خوشدلی سے منظور کیا۔ اور اس کے لئے نصف شب کا وقت مقرر کر کے ضروری انتظامات کر دیئے گئے۔ مفتی صاحب کی طبیعت اس دن ناساز تھی۔ اور میں نے دہلی کے رہنے والے ایک دوست کے ہاں مفتی صاحب کے لئے ہلکی کھچڑی پکوانے کا بندوبست کیا تھا۔ وہ عشاء کے بعد مفتی صاحب کو اپنی قیام گاہ لے گئے، اور کھانے کے بعد وہیں آرام کرایا مگر یہ طے کر لیا گیا تھا۔ کہ وقت مقررہ سے پہلے وہ دوست مفتی صاحب کو ساتھ لے کر حرم شریف آجائیں گے، تاکہ زندگی کی اس بے بہا اور بے اختیار نعمت عظمیٰ سے مفتی صاحب بھی بہرہ مند ہو سکیں۔ اِدھر ہم سب مقررہ وقت پر سرکاری اہتمام میں حرم پاک پہونچ گئے۔ کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا گیا۔ اور بیت اللہ کے آغوش میں وفورِ شوق سے اُبلتی ہوئی جبینیں سربسجود ہو گئیں۔ سب ہی کو زندگی کے ان حاصل لمحات اور بے حساب خوش بختی کا احساس تھا کم و بیش پندرہ بیس منٹ ہم سب نے اپنے پروردگار کے پیارے گھر میں گذارے، باہر آنے لگے تو بیرسٹر صاحب نے مجھے پکار کر پوچھا کہ مفتی صاحب آسکے یا نہیں، میں پھر لوٹا۔ اور کعبۃ اللہ میں نگاہ دوڑائی، تو بحمد اللہ سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے مفتی صاحب کی ٹوپی مجھے نظر آگئی، میں نہیں کہہ سکتا اس وقت ان پر کیا کیفیات طاری تھیں۔ سہارا دیتے ہوئے میں اُن کو اپنے ساتھ باہر لایا۔ اور سب اپنی اپنی قیام گاہ واپس ہو گئے۔

رابطہ کانفرنس کے اختتام کے بعد فیصل مرحوم نے اپنے خاص محل قصر جدہ میں میں تمام مہمانوں کی شاہانہ ضیافت کی اور مختلف ممالک کے وفود کو الگ الگ خصوصی ملاقاتوں کا بھی موقعہ دیا۔ چنانچہ ہندوستان کا وفد بھی مقررہ تاریخ اور وقت پر ملک موصوف کے ہاں باریاب ہوا۔ مفتی صاحب نے مختصر الفاظ میں ان کو ہندوستان آنے کی دعوت دی اور ملک موصوف نے خندہ پیشانی سے اس کے لئے آمادگی ظاہر کیا مگر افسوس کہ تھوڑے ہی دن بعد اُن کی شہادت کا دردناک حادثہ پیش آگیا۔

بہرحال مکہ مکرمہ میں اپنے پروگرام پورے کرکے ہمارا قافلہ رسول رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آستانہ قدسی پر حاضر ہوا۔ چند روز مدینۃ الرسول کی معطر و منور فضاؤں میں گذارے۔ مفتی صاحب کے رفیق قدیم مولانا سید بدر عالم میرٹھی ثم المدنی۔ ان دنوں علیل تھے۔ ان کے پاس حاضری ہوئی تو خوشی سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ دیر تک بٹھایا اور دوسرے دن باصرار دعوت پر بُلایا۔ نورالدین صاحب بھی مولانا موصوف سے مل کر بہت ہی محظوظ ہوئے۔ ہمارے ساتھی یونس سلیم صاحب اور برکتی صاحب حرمین پاک میں کچھ اور وقت گذارنے کے خواہشمند تھے۔ اس لئے وہ رُک گئے۔ میں مفتی صاحب، اور بیرسٹر نورالدین صاحب کے ہمراہ سعودی عرب سے اُردن روانہ ہوگیا۔

اُردن کا سفر مسجد اقصیٰ کی حاضری

جدہ سے پرواز کرکے ہم اُردن کی راجدھانی عمّان پہونچے تو والیٔ اُردن ملک حسین کے کرم تواضع نے شاہی مہمان بنالیا اور عمان کے ایک قابل دید عالیشان ہوٹل میں جو دَورِ حاضر کے پُر تکلف ساز و سامان اور آسائشوں سے بھرپور ہے ہمیں ٹھہرایا گیا۔ ساتھ ہی مراسم ملکی (پروٹوکول ڈپارٹمنٹ) کی طرف سے ایک ڈپٹی سکریٹری مسٹر نیشا شیبی کو مقرر کردیا گیا۔ کہ شاہی اہتمام میں ہماری سیر و زیارت کے پورے پروگرام

میں ساتھ رہیں۔ اس روز خاص عمان شہر کی سیر کی۔ اور خاص خاص مساجد، مدارس اور تعلیم گاہوں کو دیکھا۔ اور اگلے روز القدس الشریف پہونچکر قبلۂ اولیٰ مسجد اقصیٰ کی زیارت سے بہرہ مند ہوئے۔ وہاں کم و بیش دو گھنٹے گذارے۔ محراب اقصیٰ میں اور صخرۃ المعراج پر نوافل ادا کئے۔ دعائیں مانگیں۔ مرحوم مولانا محمد علی جوہر کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ دیوار گریہ بھی دیکھی اور شہر القدس کی تنگ گلیوں کوچوں سے بھی گذرے۔ مسجد سیدنا عمرؓ کی زیارت کی۔ پھر القدس سے سیدھے بیت اللحم پہونچکر گہوارۂ مسیح پر عقیدت و نیاز کی سلامی پیش کی۔ یہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش گاہ ہے۔ اور یہاں شب و روز مسلمان اور مسیحی زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ بیت اللحم سے واپسی میں برکہ سلیمانی اور کچھ دوسرے تاریخی آثار سے گذرتے ہوئے عمان واپس آئے۔ شب وہیں گذاری۔

مدینۃ الخلیل اگلے روز ہم لوگ خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آبائی شہر الخلیل کی زیارت کے لئے نکلے۔ کیا ہی سرسبز و شاداب کتنا پُرسکون اور پُرکیف شہر ہے یہ! سبحان اللہ، جہاں پروردگار دوعالم کی رحمت برستی ہوئی آنکھوں کو نظر آتی ہے۔ خانوادۂ ابراہیمی کے کتنے ہی انبیاء و رسل کی پاکیزہ روحیں اس شہر کی خاک پاک میں آسودۂ رحمت ہیں۔ جہاں ہم نے بہزار عقیدت و نیاز، دعائیں کیں اور زیارتوں سے مشرف ہوئے۔

دمشق اور بیروت اُردن کا پروگرام کرکے ہم عمان سے سیدھے بیروت پہونچے وہاں بھی انڈین سفارت خانہ نے قیام اور نقل و حرکت کے لئے ضروری انتظامات کر رکھے تھے۔ بیروت میں تین دن قیام رہا۔ خاص شہر بیروت اور اس کے قرب و نواح کی صاف ستھری اور سجی بنی بستیوں کی سیر کی۔ بیروت سے تھوڑے فاصلہ پر بعلبک کی پرانی آبادی ہے جہاں سنگ تراشی کے دیو ہیکل نمونے اور دور اصنام پرستی کے قدیم آثار شکستہ حالت میں آج بھی موجود ہیں۔ چند گھنٹے